© rasailojaraid.com

جناب ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری (کراچی)

نظریۂ پاکستان اور بانیٔ پاکستان

چند غور طلب مسائل

...... آپ یہ مقالہ پڑھ کر سوچ میں پڑ جائیں گے۔ لیکن عرض یہ ہے کہ تاریخ یہی ہے بالفرض اگر کوئی حوالہ غلط ہے یا کوئی جملہ خلاف تہذیب ہو تو اسے نکال دیں۔ اس سلسلے میں دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ رواداری بہت اچھی چیز ہے۔ ہماری تہذیب و معاشرت کا حسن ہے لیکن تاریخ اور مذہب میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ اگر اسے جگہ دینگے تو تاریخ تاریخ رہیگی، نہ مذہب مذہب رہے گا۔ مذہب اور تاریخ میں روادار وقت کا سب سے بڑا اور خطرناک منافق ہوگا نہ کہ مؤرخ اور دیندار۔ اب چھاپنا نہ چھاپنا آپکا کام ہے۔ ہاں! اگر آپ اس سے متفق نہ ہو تو اس کے رد میں کوئی نوٹ یا تنقیدی حواشی اس پر لکھنے کا آپ کو پورا اختیار ہے۔ بلکہ اس سے مجھے خوشی ہوگی اور میں اپنی کتاب میں بھی اسے شامل کرلونگا۔ (ابو سلمان)

نظریہ پاکستان ایک حقیقت ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں۔ یہ کہنا درست نہیں کہ نظریہ پاکستان کوئی چیز نہیں۔ ہاں! یہ بحث ضرور ہے کہ نظریہ پاکستان کیا ہے؟ یا تاریخ و تحریک پاکستان کے تناظر میں نظریہ کیا ہونا چاہئیے؟ نیز یہ کہ اس فیصلے کی بنیاد کیا ہو؟ قائداعظم محمد علی جناح کے افکار؟ جو تحریک پاکستان کے رہنما اور اس کے بانی بھی تھے یا دوسرے تیسرے درجے کے کسی لیگی رہنما کا بیان یا تحریک کے مخالف کسی بزرگ مثلاً مولانا سید ابوالاعلی مودودی کے ارشادات؟

یہاں مسئلہ افکار و نظریات کی صحت یا عدم صحت کا نہیں، صرف استحقاق کا ہے۔ یہ استحقاق کس کو حاصل ہے کہ اس کے افکار کو نظریہ پاکستان کی بنیاد بنایا جائے، تحریک پاکستان کے مخالف کسی بزرگ کو یا تحریک کے بانی سیکولر جناح کو؟ جو شخص کسی مقدس بزرگ کے پیچھے نماز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جواز کا قائل نہ ہو، اسے ان کے کسی سیاسی نظریے پر ایمان لانے کیلئے کیوں کر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بانی پاکستان کو سیکولر ماننے کے باوجود پاکستان تحریک میں ان کی رہنمائی، ان کے افکار کی اہمیت اور پاکستان کے قیام میں ان کی خدمات سے کوئی شخص کیسے انکار کرسکتا ہے؟ اس سلسلے میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کا جواب تلاش کیا جائے۔

کیا نظریہ پاکستان کی کوئی حقیقت ہے؟:-

پہلا سوال یہ ہے کہ آیا نظریہ پاکستان نامی کوئی چیز ہے؟

دنیا کا کوئی شخص کسی راہ میں قدم اٹھاتا ہے تو اس کی کوئی منزل تو ضرور ہوتی ہے۔ کوئی عمل وقوع میں آئے، اس کا کوئی مقصد تو ضرور ہوتا ہے۔ نہ منزل کے تصور کے بغیر سفر کیا جاسکتا ہے نہ مقصد کے تعین کے بغیر کوئی عمل وقوع میں آتا ہے۔ درحقیقت یہ منزل کا تصور اور عمل کا مقصد ہی وہ نظریہ ہوتا ہے جو سفر و عمل میں اقدام و سعی کے لیے جوش وولولہ پیدا کرتا ہے۔ سفر و عمل میں کامیابی اسے مسرت سے ہمکنار کرتی ہے اور نظریے کے عملاً اطلاق ونفاذ سے اسے آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ کیا کوئی شخص اس بات کا یقین کرسکتا ہے کہ مارچ ۱۹۴۰ء میں جو قافلہ، سیاست رواں ہوا تھا اس کی کوئی منزل نہ تھی؟ اور جس سیاسی عمل کا آغاز ہوا تھا اس کے مقصد سے رہنماؤں کے ذہن ناآشنا تھے؟ مقصد کی صحت پر کلام کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آغاز سفر میں منزل کا تصور ذہنوں میں بہت واضح نہ ہو، یہ ممکن ہے کہ پاکستان کا مطالبہ مسلمانوں کیلئے زیادہ سے زیادہ حقوق کے حصول کے لیے ایک دباؤ کے طور پر کیا گیا ہو، جیسا کہ کابینہ مشن پلان کو منظور کر لینے کے فیصلے سے ظاہر ہوا۔ لیکن یہ بات ناقابل یقین ہے کہ تحریک پاکستان کے بانیوں کے ذہن سفر کی منزل اور عمل و سعی کے مقصد سے محض ناآشنا تھے! بس ان حضرات کے سامنے جو مقصد تھا وہی ان کا نظریہ تھا اور وہی نظریہ پاکستان تھا۔

نظریہ پاکستان کیا تھا؟:-

اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ وہ نظریہ کیا تھا؟

پاکستان کی جنگ مسلم لیگ نے مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں لڑی تھی، وہ اس زمانے میں بلاشرکت غیرے اس کے مطلق العنان قائد بلکہ قائداعظم رہے تھے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کا نظریہ بھی مسلم لیگ کی تاریخ، مساعی وجدوجہد اور اسکے قائد کے افکار میں تلاش کرنا چاہیئے۔

ا۔ ہندوستان میں غیرفرقہ وارانہ کل ملکی سطح کی دو قومی جماعتیں تھیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(الف) آل انڈیا کانگریس کمیٹی (ب) آل انڈیا مسلم لیگ

سوشلسٹ، کمیونسٹ پارٹیاں وغیرہ بھی غیرفرقہ وارانہ ضرور تھیں، لیکن ان کی وہ حیثیت نہ تھی جو کانگریس اور مسلم لیگ کی تھی۔ جس طرح کانگریس میں اس کے مقاصد میں اتفاق رکھنے والے مختلف اقوام ومذاہب کے لوگ شامل تھے، مسلم لیگ بھی صرف ایک مذہب کے ماننے والی مسلمانوں یا شیعوں پر مشتمل نہ تھی بلکہ مسلم لیگ کے کریڈے سے اتفاق رکھنے والی اسماعیلی، آغاخانی، ذکری اورقادیانی بھی اس میں شامل تھے، جن کے بارے میں مسلمان مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ وہ خواہ کچھ ہوں، مسلمان نہیں۔ مسلم لیگ نام کی مسلمان اور حقیقت میں سیکولر جماعت تھی اور نام نہاد اسلامی سیاست کے اس پرجوش دور میں بھی جب اس کے لیڈر قرآن سرپر اٹھائے پورے برصغیر میں مضطربانہ گردش میں تھے اور ایک رقاصہ کی طرح نہ صرف ان کے قدموں کو بلکہ جسم کے کسی عضو کو قرار نہ تھا، وہ صرف ایک سیکولر جماعت تھی۔ مسلم لیگ نے بلاشبہ ایک خاص انداز سے سیاست میں حصہ لیا اور تقسیم ملک سے قبل اس کے اندازسیاست میں مسلم فرقہ واریت کا عنصر بہت نمایاں ہوگیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ فرقہ وارانہ جماعت کبھی نہیں رہی۔ اس کے سامنے اس وقت بھی مسئلہ یہی تھا کہ ہندوستان میں سب سے بڑا مسئلہ فرقہ وارانہ مسئلہ ہے۔ اسے اس طرح حل ہونا چاہئیے کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ہندوستان میں بسنے والی دوبڑی قوموں میں اسے بانٹ دیا جائے۔ اس کے بغیر ملک نہ آزادی سے ہمکنار ہوسکتا ہے نہ امن وسکون سے اور نہ ملک کی تعمیر وترقی اور عوام کی فلاح وبہبود کے کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ ابتداً اس نقطہ نظر سے کانگریس اور قومی وانقلابی انداز فکر رکھنے والی ہندوؤں اور مسلمانوں کی جماعتیں متفق نہ تھیں، لیکن آخر کار اس حقیقت کو سب نے تسلیم کرلیا اور ملک تقسیم ہوگیا۔

۲۔ مسلم لیگ نے کبھی مسلمانوں کی ترجمانی یا صرف انہیں کا مقدمہ لڑنے تک اپنی کوششوں کو محدود نہیں رکھا، بلکہ اس کی تاریخ میں اس کے اجلاسوں کی پچاسوں قراردادیں اور اسکے صدور بالخصوص مسٹر محمد علی جناح کے خطبات صدارت کے سینکڑوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جن میں انہوں نے ہندوستان کی دوسری اقلیتوں کے حقوق کی نہ صرف نشان دہی کی ہے بلکہ مسلمانوں کے معاملات ہی کی طرح ان کے لیے احتجاج کیا ہے اور ان کے مطالبات کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے حقوق کے تحفظات کی جنگ لڑی ہے اور جب اس کی کوششوں نے منظم شکل اختیار کی اور کشتی ساحل مراد کو پہنچی تو اس نے ازخود اقلیتوں کے نمائندوں کو اقتدار میں شریک کرکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت کردیا کہ مسلم لیگ کی سیاست اسلامی سیاست سے مختلف اور بلاامتیاز مذہب و ملت ملک میں بسنے والی تمام اقوام وملل کی رہنمائی تک وسیع ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

(الف): مسلم لیگی قیادت نے اپنے پلیٹ فارم سے ہمیشہ ہندوستان کی اقلیتوں کے مفادات کی جنگ لڑی اور (ب): مسلم لیگ نام کی مسلمان جماعت تھی ۔ کبھی کبھی اس نے اس نام سے فائدہ بھی اٹھایا اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ بھی کیا ۔ لیکن اس کی تاریخ میں بیسیوں مثالیں ملتی ہیں کہ اس کے کانگریس اور ملک کی دوسری سیاسی و مذہبی جماعتوں سے اتفاق واختلاف کے دائرے ماورائے عقیدہ ومذہب بنے اور ٹوٹے ۔ (ج): جب ۱۹۴۶ء میں عارضی حکومت قائم ہوئی اور ابتداً انکار کے بعد جب اس نے حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کیا تو اپنی پانچ مسلم سیٹوں میں سے دو سیٹیں ایک چندریگر آغاخانی کو اور ایک منڈل غیر مسلم اچھوت رہنما کو دے دیں اور اس سلسلے میں اپنے اور بیگانوں کے طعن و تشنیع کی کوئی پرواہ نہ کی ۔ (د): قیام پاکستان کے بعد جب اگست ۱۹۴۷ء میں مملکت اسلامیہ پاکستان کی پہلی کابینہ وجود میں آئی تو اس دائرے کو مزید وسیع کر کے اس میں قادیانی وزیر خارجہ مقرر کر کے بتادیا کہ مسلم لیگ پاکستان میں سیاست کی بنیاد اسلامی افکار پر نہیں، سیکولر اصول پر رکھنا چاہتی ہے ۔ (ہ): مسلم لیگ کی تاریخ کی اس خصوصیت کو نظرانداز نہ کردینا چاہئیے کہ اس نے اپنی تاریخ کے ایک خاص مرحلے میں علماء ومشائخ کو آگے بڑھایا ، مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا اور ان کی بدولت ہندوستان کے انتخابات میں ایک ایسی کامیابی حاصل کی جو انتخابات کی تاریخ میں شاید اپنی مثال آپ ہو ۔ لیکن اس نے کسی عالم دین کو مسلم لیگ کے معاملات سیاست میں دخیل ہونے کی اجازت کبھی نہ دی ۔ انہیں استعمال کیا ، ان سے کام لیا ، لیکن مسلم لیگ میں ان کی جگہ اور حیثیت ہرگز نہ بننے دی ۔ بعض علماء وقت کو خطوط لکھنے اور مشورے دینے سے زیادہ آگے نہ بڑھنے دیا ۔ بعض کا رخ کسی جماعت کے قیام کی طرف موڑ دیا اور کسی کو فتویٰ ومضمون نویسی کے کام پر لگادیا ۔ کسی کو لیگ کے جلسوں میں پرجوش تقریریں کرنے اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات بھڑکانے پر لگایا ۔ کسی کو محض نامہ بری پر مامور کیا ۔ کچھ علماء اپنے جبوں ، کلف دار ٹوپیوں اور عماموں کے ساتھ مسلم لیگ کے جشن سیاست میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ، لیکن اتنی جرات ان میں سے کسی میں نہ تھی کہ وقت بے وقت خلوت کدہ ، قائد پر بے تکلف دستک دے اور جھانک کر کہہ سکے " وصال یار کے امیدوار ہم بھی ہیں ! "

© rasailojaraid.com

ایک عالم صاحب ، جن کے بانی پاکستان سے قرب و تعلق اور اعتماد و اخلاص کے چرچے رہے ، ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں بتایا گیا کہ " حضرت ! جناح صاحب کی میت کے ابتدائی رسوم تغسیل و تکفین اور نماز جنازہ تو ایک خاص عقیدے کے مطابق انجام دے کر جنازہ مسلمانوں کے حوالے کردیا گیا تھا ۔ تو بولے : اچھا ! تو بعض حضرات ٹھیک ہی کہتے تھے ـــــ ۔

یہ جو کچھ عرض کیا مسلم لیگ کے سیاسی کردار کے بارے میں ہیں ۔ اسکی رہنماؤں کے اشواق ومشاغل کا تو عالم ہی دوسرا ہے ۔ انکے حالات درون پردہ اور مشاغل شبینہ کا تو پوچھنا ہی کیا ۔ اگر چہ ان رہنماؤں نے اپنی زندگی پر کبھی پردہ نہ ڈالا تھا ۔ لیکن ہمارے بعض سادہ دل لوگ منع کرتے ہیں ۔ کہ کسی کے حالات کی کرید نہ کرنی چاہئیے ۔ حالانکہ بات حالات کے کرید ہی کی نہ تھی ۔ آنکھیں بند کرلینے کی تھی ۔ جن کے شباب و شراب کے شوق اور کلبوں کی زندگی اور جن بیگمات کے مشاغل ، تذکرے اخباروں کی زینت بنتے رہے ہوں ان کا معاملہ کریدنے اور تاک جھانک کا کہاں ہوتا ہے !

بانی پاکستان کا انداز فکر :-

رہا بانی پاکستان کا معاملہ ۔ تو یہ بات نظر انداز نہ کردینی چاہئے کہ وہ مذہبی شخصیت نہیں تھے انہوں نے خود اس سے انکار کیا تھا کہ انہیں مسلمانوں کا مذہبی رہنما سمجھا جائے ۔ اور انکے لئے ایسے القاب وآداب استعمال کیئے جائیں جو مذہبی شخصیات کے شایان شان ہوں ۔ وہ ایک سیکولر ذہن کی شخصیت ، سیاستدان اور محض ایک وکیل تھے ۔ ان کے عادات واطوار ، زندگی کے اعمال ، روزوشب کے معمولات کا مذہبی رنگ ہی نہ تھا ۔ انہوں نے مذہبی نقطہ نظر سے کبھی سوچا ہی نہ تھا ۔ انکی زندگی ایک کھلی کتاب کے مانند تھی ۔ اس میں کوئی راز نہ تھا ، چنانچہ انکی زندگی کے مختلف ادوار میں بعض چیزیں بہت نمایاں تھیں ۔ مثلاً

(۱) قانونی اور دستوری مسائل میں ان کا ذہن مذہبی اور دینی اپروچ سے قطعی آزاد تھا ۔ چنانچہ بین المذاہب رشتہ ازدواج (سول میرج ۱۳ ۔ ۱۹۱۲) بچپن کی شادی (ساردا ایکٹ ۲۹ ۔ ۱۹۲۸ ء) شریعت بل (۱۹۳۷ ء) مسلم قاضی بل (۱۹۳۹ ء) وغیرہ پر مباحث میں جس آزاد خیالی کا اظہار انہوں نے کیا تھا وہ عام معاشرتی اور سماجی نقطہ نظر اور ان کے لادینی انداز فکر کا غماز تھا ۔ اسلام کے بعض معاشرتی احکام ومسائل کی بارے میں انکا یہ پختہ خیال تھا کہ قرآن کے احکام وقوانین چودہ سو سال پرانے ہیں ۔ جو موجودہ زمانے کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے ۔ وہ اپنے اس خیال میں راسخ تھے ، وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے نا آشنا بھی تھے ، اور بے پروا بھی ۔ اسلامی احکام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومسائل سے انکی عدم واقفیت صاف ظاہر ہے۔ بعض علماء دین نے جو انکے ذوق ومزاج اور اشتغال وعقائد سے واقف تھے ۔ ان پر بے دینی اور فسق وکفر کے فتوے لگائے ۔ (ملاحظہ ہو: مسلم لیگ کی زریں بخیہ گیری، احکام نوریہ، شرعیہ بر مسلم لیگ الجواب السنیہ علی زہا۔ السوالات اللیگیہ ۔ مسلم لیگی علماء کے فتوے، نیز دیوبندی، بریلوی علماء کے بعض اور رسائل وغیرہ ۔

(۲) وہ اولاً متحدہ ہندوستانی قومیت کے قائل ومبلغ رہے اور ایک مختصر عرصے کے استثنا کے بعد ٹھیک ٹھیک متحدہ ہندوستانی قومیت کے اصول پر متحدہ پاکستانی قومیت کے قائل ہوگئے ، اسی اصول کی بنا پر کہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان ہندوسانی قومیت کا حصہ ہیں ۔ ہندوستانی مسلمانوں کو ہندوستان کی حکومت کا وفادار رہنے کی تلقین کی تھی اور انہیں ہندوستان کے حوالے کر آئے تھے ۔ یہی توقع انہوں نے پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں سے کی ۔ بانی پاکستان کا قلب فرقہ وارانہ جذبات سے قطعاً خالی تھا ۔ بلاشبہ مقدمہ پاکستان کے دوران میں انہوں نے مسلمانوں کے جوش اور اتحاد کو قائم رکھنے کیلئے بعض جذباتی باتیں کی تھیں ،لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ فرقہ پرست ہرگز نہیں تھے

تحریک پاکستان کی تاریخ اور پس منظر:۔

تحریک پاکستان کی ایک تاریخ ہے ۔ اس کا پس منظر تھا ۔ اس تحریک میں مختلف محرکات کار فرماتھے ۔ یہ تحریک کئی نشیب وفراز سے گزرکر کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی ۔ اب آئیے تحریک پاکستان کے پس منظر اور اس کی تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کی خصوصیات پر نظر ڈالیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ یہ تحریک کس نوعیت کی تھی ۔ اس تحریک کے بانی اور قائداعظم کے سامنے مذہبی، جمہوری، سیکولر یا کسی اور قسم کا کیا نظریہ تھا؟ نظریے کی جو نوعیت ان کی افکار سے ظاہر ہوئی وہ نظریہ پاکستان ثابت ہوجائے گی ۔ ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے اس امر کا بخوبی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ بانی پاکستان کا نظریہ پاکستان کیا تھا؟

(۱) اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمارے سامنے سر محمد یامین خان کی ایک روایت آتی ہے جس سے تحریک کے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

"یکم مارچ ۱۹۲۹ء : ڈاکٹر ضیاء الدین نے لنچ پر مجھ کو مسٹر جناح، سر ظفر اللہ خان اور سید محمد حسین بیرسٹر الہ آباد کو بلایا ۔ میرے ایک طرف مسٹر جناح بیٹھے تھے اور دوسری طرف سر ظفراللہ خان ۔ مسٹر جناح کے دوسری طرف سید محمد حسین تھے اور سر ظفر اللہ خان کے دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد۔ لنچ کرتے میں سید محمد حسین نے چیخ چیخ کر جیسی ان کی عادت ہے کہنا شروع کیا کہ چودھری رحمت علی کی اسکیم کہ پنجاب، کشمیر، صوبہ سرحد، سندھ و بلوچستان ملا کر بقیہ ہندوستان سے علاحدہ کردیے جائیں۔ ان سے پاکستان اسطرح بنتا ہے کہ پ سے پنجاب، الف سے افغان یعنی صوبہ سرحد، ک سے کشمیر، س سے سندھ، تان بلوچستان کے اخیر کا ہے۔ چونکہ سید محمد حسین زور زور سے بول رہے تھے، سر ظفر اللہ خان نے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ اس شخص کا حلق بڑا ہے مگر دماغ چھوٹا ہے۔ سر ظفر اللہ خان اسکی مخالفت کرتے رہے کہ یہ ناقابل عمل ہے مسٹر جناح دونوں کی تقریر غور سے سنتے رہے۔ پھر مجھ سے بولے کہ اسکو ہم کیوں نہ اپنالیں اور اسکو مسلم لیگ کا کریڈ بنائیں۔ ابھی تک ہماری کوئی خاص مانگ نہیں ہے۔ اگر ہم اس کو اٹھائیں تو کانگریس سے مصالحت ہوسکے گی، ورنہ وہ نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کہ مغربی علاقے کے واسطے یہ کہہ رہے ہیں۔ مشرقی علاقے کا کیا ہوگا؟ مسٹر جناح نے ذرا غور کیا اور بولے کہ ہم دونوں طرف علاقوں کو علیحدہ کرنے کا سوال اٹھائیں گے۔ بغیر اسکے کانگریس قابو مین نہ آئے گی۔ میں نے کہا ابھی چند دن ہوئے بھائی پر مانند نے یہی اندیشہ ظاہر کیا تھا اور آپ نے جواب ٹھیک دیا تھا۔ اگر بارگیننگ یعنی سودے بازی کیلئے یہ مسئلہ لیگ کا کریڈ یعنی اصولی مانگ بناکر اٹھایا جائے تو پھر ہٹنا مشکل ہوگا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ہم کانگریس کا ردعمل دیکھیں گے اس پر یہ معاملہ ختم ہوگیا، چونکہ یہ کھانے کی میز کی گفتگو تھی"۔ (نامہ اعمال، جلد اول، لاہور۔ ۱۹۷۰ء (پہلی بار) ص ۲۶-۲۵)

اس بیان سے چند باتیں بالکل واضح ہوکر سامنے آجاتی ہیں۔

(الف). اس وقت تک مسلم لیگ کی کوئی خاص مانگ نہیں تھی۔ (ب). یہ مسلم لیگ کی اصولی مانگ (کریڈ) نہیں تھی۔ (ج). یہ کانگریس سے بارگیننگ کا محض ایک ایشو تھا۔

(د). سر ظفر اللہ خان کے نزدیک یہ چھوٹے دماغ کی ایک ناقابل عمل بات تھی۔ (ہ). یہ سب کچھ کانگریس کو قابو میں کرنے کے لیے سوچا جارہا تھا۔ (و). اس میں اسلام کے مفاد کی کوئی بات نہ تھی اکھاڑے میں ایک مقابل پہلوان کو زیر کرنے کیلئے بطور ایک حربے اور داؤ پیچ کے سوچا جارہا تھا۔

(ز). یہ خطرہ بھی ذہن میں موجود تھا کہ کہیں یہ مانگ گلے نہ پڑ جائے۔

(۲). ۱۹۴۰ء میں ۳ فروری کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس (منعقدہ دہلی) میں جو سب کمیٹی پاکستان کی اسکیم مرتب کرنے کے لئے سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون کی چیئرمین شپ میں بنائی گئی تھی، وہ بنائی ہی وائسرے کے ایما پر گئی تھی۔ اس میں لیگ کے سربرآوردہ اور پنجاب وبنگال کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنماؤں کو استعمال کیا گیا تھا ۔ اور ان تینوں نے ۵ ۔ ۶ فروری کو وائسرائے کو اپنی ملاقاتوں میں کمیٹی کے قیام کی اطلاع دی تھی اور وائسرائے نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کمیٹی کی کاروائی سے اسے باخبر رکھنے کی ہدایت کی تھی ۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے : ٹرانسفر آف پاور ۔ انتقال اقتدار کی دستاویزات از انڈیا آفس لائبریری (لندن) . بحوالہ " انتقال اقتدار اور پاکستان " از محمد فاروق قریشی (لاہور) ، حقائق حقائق ہیں از خان عبدالولی خان ، مولانا غلام رسول مہر اور پاکستان اسکیم از پیر علی محمد راشدی) اس سے اسلام تو کجا مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ اور ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کے حل کی توقع بھی عبث تھی ۔

۲ پاکستان کی تاریخ میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء اور اس روز پاس ہونے والی قرارداد کو جو اہمیت حاصل ہے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں لیکن ،

(الف) : اس پوری قرارداد کو پڑھ جائیے ، اس میں پاکستان یا اسلام کا نام تک نہیں ۔ ہندوستان کے فرقہ وارانہ سیاسی مسئلے کے حل میں ایک تجویز ہے اور بس یہی حال صدر اجلاس کے خطبہ صدارت کا ہے ۔ (اس میں ایک جگہ " اسلام " کا لفظ آیا ہے لیکن اس کا محل دوسرا ہے) ۔

(ب) : مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کی یہ قرارداد بہت جامع اور اہمیت کی حامل ہے ۔ اس میں تعصب اور فرقہ وارانہ جذبات سے متاثر ہوئے بغیر ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا حل پیش کیا گیا ہے ۔ اس تجویز کی بنیاد ملک کی تقسیم ہی ہے ، لیکن اس کا فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں ۔ اگر مسلم اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کے لیے حق حکمرانی طلب کیا گیا ہے تو یہی حق غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں ہندوؤں کے لیے تجویز کیا گیا ہے ۔ جو حق مسلم اقلیت کے صوبوں میں مسلمانوں کے لیے مانگا تھا تو پہلے مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو دینے کا اعلان کر دیا تھا ۔

ج : قرارداد لاہور میں ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا حل درست ہو یا نہ ہو لیکن یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ قرارداد تعصب اور تنگ نظری سے ضرور پاک تھی ۔ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ کوئی دستوری منصوبہ بغیر اس صورت کے اس ملک میں قابل عمل یا قابل قبول نہیں ہوگا کہ اسے مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر وضع کیا جائے ۔

" یہ ایک جغرافیائی طور پر متصل سرحدوں کا از سرنو حدبندی ایسے منطقوں کی شکل میں کی جائے جو ملکی تقسیم میں ضروری ردوبدل کے بعد اس طرح ترکیب پائیں کہ جن رقبوں میں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے ، جیسے ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں وہ گروہ بند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوکر ایسی آزاد مملکتیں بن جائیں کہ ان کے ترکیبی واحدے خودمختار اور مقتدر اعلیٰ ہوں۔

مسلمانوں کو ہندوستان کے چار صوبوں (بنگال ، پنجاب ، سرحد اور سندھ) میں مجموعی طور پر عددی اکثریت حاصل تھی۔ قرارداد میں چونکہ صوبے کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا تھا، بلکہ علاقے کا لفظ استعمال ہوا تھا۔ بنگال اور پنجاب، دوصوبوں میں ایسے علاقے (اضلاع اور تحصیلیں) بھی تھے جن میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور وہ علاقے مسلم اقلیت کے علاقوں (صوبوں) سے متصل بھی تھے۔ اس صورتحال نے پنجاب وبنگال کی تقسیم کیلئے دروازہ کھول دیا اور قرارداد نے ہندوستان کے دیگر سات صوبوں میں حکومت کے قیام اور دستور سازی کے وہی حقوق وہاں کی اکثریت (ہندوؤں) کو عطاکردیے۔ مذکورہ پیراگراف کے علاوہ قرارداد میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں یہ پیراگراف تھا:

" ان واحدوں اور منطقوں میں اقلیتوں کے مذہبی ، ثقافتی ، معاشرتی ، سیاسی ، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفادات کی حفاظت کیلئے مناسب ، مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات کا بندوبست ان اقلیتوں کے مشورے سے معین طور پر دستور میں کیا جائے اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ، انکے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی ، ثقافتی ، معاشی ، سیاسی ، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفادات کی حفاظت کیلئے مناسب ، مؤثر اورواجب التعمیل تحفظات انکے مشورے سے معین طور پر رکھے جائیں "۔(جدوجہد پاکستان ازاشتیاق حسین قریشی کراچی۔ ۱۹۸۴ء (اول) صفحہ ۲۵۹)۔

بلاشبہ یہ قرارداد تعصب اور تنگ نظری سے پاک تھی ، لیکن ایک ایسی قرارداد جس نے :

(۱) اول روز سے بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے مطالبے کا جواز پیدا کردیا ہو ، ہندوستان کے چار صوبوں میں حکومت کرنے کے شوق میں دیگر سات صوبوں میں فرقہ پرستوں اوراحیائی ذہن رکھنے والوں کیلئے ایک خاص قسم کی حکومت قائم کرنے کا حق تسلیم کرلیا ہو اور چونکہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں چھوٹے چھوٹے دیہات تک پھیلے ہوئے مسلمانوں کے مفادات کو نظر انداز کرلیا گیا ہو ، اسلیئے ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کا صحیح اور مدبرانہ حل بھی تھا ، یہ بات محل نظر ہے۔

قرارداد کا ایک پہلو یہ تھا کہ چار صوبوں میں حکومت بنانے کے حق کا مطالبہ کوئی مطالبہ ہی نہ تھا۔ اس لیے کہ وہاں مدت ہائے دراز سے مسلمانوں ہی کی حکومت بنتی چلی آرہی تھی اور وہ اپنے عوام کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لیے دستور سازی کرنے اور اسکیمیں بنانے میں پہلے ہی آزاد اور خودمختار تھے۔ (۲) اس مطالبے نے غیر مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو بہت تھوڑی اور غیر مؤثر اقلیت میں تبدیل کردیا۔ پہلے وہ اپنے صوبوں میں جن حقوق کے مالک تھے اب وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکثریت کے دیے ہوئے تحفظات اور عطاو بخشش کے منت گذار ہوگئے تھے۔ (۳)۔ قرارداد میں آزادی کے بعد کے حالات میں ریاستوں کے لیے نازک پوزیشن اور سنگین حالات کے پیدا ہوجانے کے مسئلے کو قطعاً نظرانداز کردیا گیا تھا۔ رزولیوشن کی تائیدمیں تقریر کرتے ہوئے چودھری خلیق الزماں نے کہا تھا: "مجھ سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ مسلم اقلیتوں کا تقسیم کے بعد کیا حشر ہوگا ؟میں ان کو بتلانا چاہتاہوں کہ جو ہندواقلیتوں کا حشر مسلم صوبوں میں ہوگا وہی ہمارا ہندوصوبوں میں ہوگا۔" (شاہراہ پاکستان۔کراچی۔ ۱۹۸۷ء (اول) صفحہ ۹۷)۔ لیکن یہ تو مسئلے کا کوئی حل نہ ہوا کہ ایک جگہ غیر مسلم اقلیت کا جو حشر ہو، وہی دوسری جگہ مسلم اقلیت کا ہو۔ اس فیصلے کا تدبروسیاست سے کیا تعلق ؟ چوہدری خلیق الزماں نے صاف لفظوں میں یہ خیال ظاہر کردیا ہے کہ نہ تو قرارداد کو قابلیت کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا اور نہ یہ فیصلہ ہی مدبرانہ تھا۔ یہ سوال کہ مسئلے کی واقعی نوعیت کیا تھی۔کیا تقسیم کی تجویز کوئی اسلامی تجویز تھی؟ کیا تجویز کا مقصد اسلامی مفادات کا تحفظ تھا؟ یا یہ ہندوستان کے ایک پیچیدہ سیاسی مسئلے کا سیاسی حل تھا؟ اس سلسلے میں اجلاس کی صدارتی تقریر بہترین دستاویز ہے، جسکی روشنی میں مسئلے کی نوعیت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ صدراجلاس مسٹر جناح نے فرمایا: "یہ مسئلہ جو ہندوستان میں ہے (کسی ایک قوم کے) فرقوں کے درمیان نہیں، بلکہ نمایاں طور پر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اس پر اسی حیثیت سے غور کرنا چاہیئے۔ جبتک اس اساسی اور بنیادی حقیقت کا احساس نہیں ہوتا، اس وقت تک جو دستور بھی بنایا جائے گا وہ تباہی پر منتج ہوگا اور صرف مسلمانوں کیلیئے نہیں بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں کیلیئے بھی تباہ کن اور مضرت رساں ثابت ہوگا۔ اگر برطانوی حکومت حقیقتاً اس برعظیم کے باشندوں کیلیئے امن اور خوشحالی کے حصول کی پرشوق ومخلصانہ خواہش رکھتی ہے تو ہم سب کیلیئے صرف یہی ایک راستہ کھلا ہوا ہے کہ ہندوستان کو خودمختار قومی ریاستوں میں تقسیم کرکے بڑی قوموں کو جداگانہ وطن دے دیں، اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ ریاستیں ایک دوسرے کی مخالف ہوں۔ ان کے برعکس ان کی رقابت اور کسی ایک کی یہ فطری خواہش اور کوشش کہ وہ معاشرتی نظام پر غلبہ حاصل کرے اور ملک کی حکومت میں دوسرے پر اپنی بالادستی قائم کردے، خود بہ خود غائب ہوجائے گی۔ اسکے نتیجے میں انکے درمیان بین الاقوامی معاہدات کے ذریعے مزید فطری خوش سگالی پیدا ہوگی اور وہ اپنے ہمسائیوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی سے رہ سکیں گے۔ مزید برآں اقلیتوں کے متعلق دوستانہ تصفیہ اور بھی زیادہ آسان ہوجائے گا۔ چونکہ مسلم ہندوستان اورہندو ہندوستان، جو مسلمانوں اور دوسری مختلف اقلیتوں کے حقوق ومفادات کی حفاظت زیادہ مناسب اور مؤثر طور پر کرسکیں گے۔ باہمی مراعات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اصول پر خاطر خواہ انتظامات اور فیصلے کرلیں گے۔" (جدوجہد پاکستان از اشتیاق حسین قریشی، صفحہ ۴۲۱۔۴۲۰)

یہ بانی پاکستان کی تقریر کے ایک طویل ومکمل پیراگراف کا ترجمہ ہے جو مرحوم کے نہایت معتقد اور اسکالر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا نظریہ کیا تھا؟ انگریزوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور ہندوستان کی تمام اقلیتوں کا مفاد، سب کی یکساں بھلائی کا خیال، سب کے مفاد کے بقا اور تحفظ کا تصور، فرقہ پرستی، تنگ نظری اور تعصب سے کلیتاً دوری، پوری تحریر کے دامن پر پاکستان اور اسلام کے نام کا دھبا بھی نہیں۔

(ج) چوہدری رحمت علی کی بدولت ۱۹۳۲ء سے برصغیر ہندپاکستان کی فضا پاکستان کے نام سے نا آشنا نہ رہی تھی۔ لیکن ایک مدت تک پاکستان کا تصور کسی رہنما کی حلق سے نیچے نہ اترا تھا، جو حضرات وقت کی عملی سیاست میں حصہ لے رہے تھے، وہ خاص طور پر پاکستان کا نام لینے میں محتاط تھے۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد میں، اس کی تائیدی تقاریر میں اور خطبۂ صدارت میں اس لفظ سے احتراز برتا گیا تھا۔ بلکہ اس کے بعد بھی ایک مدت تک جو کئی برسوں پر محیط ہے، قرارداد لاہور پر بحث ومباحثہ میں اس لفظ کے استعمال سے احتیاط برتی جاتی تھی۔ شاید یہ خوف ہو کہ یہ انتہاپسندانہ لفظ گلے میں ہڈی بن کر نہ اٹک جائے۔ بہرحال ذمہ دار رہنماؤں کا یہی حال تھا، حتیٰ کہ پاکستان اور تحریک پاکستان کے بانی محترم نے بھی اس لفظ کے استعمال سے اپنی زبان کو نا آشنا رکھا تھا۔ بقول مرحوم ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: "۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے قرارداد لاہور منظور کی تو قائداعظم اسے قرارداد پاکستان کا نام نہیں دیتے تھے۔ ہندو اخباروں نے اسے اس شدت اور تسلسل سے پاکستان کا نام دیا کہ قائداعظم کہنے لگے کہ اگر تم اسے پاکستان کا نام دینے پر اتنے ہی مصر ہو تو چلو ہم بھی اسے پاکستان کہیں گے۔ یہاں سے پاکستان کا نام چل نکلا۔"

(افکار وحوادث، روزنامہ انجام، کراچی، ۱۳۔ مارچ ۱۹۶۷ء، صفحہ ۸، ۱۸)

ڈاکٹر خورشید کے حوالے سے زیادہ اہم حوالہ لیگی رہنما اور قانون دان جسٹس ظہیر الحسنین لاری کا ہے۔ انہوں نے ۲۲۔ مارچ ۱۹۴۰ء ہی کو جب قائداعظم نے سجیکٹ کمیٹی میں قرارداد پیش کی تھی تو کئی ضابطے کے سوال اٹھائے تھے۔ انہوں نے "نظریہ پاکستان کا پس منظر" میں قرارداد کے نقص پر بحث کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں: "دراصل قرارداد لاہور کو قرارداد پاکستان کہنا سراسر بہتان ہے۔ کیونکر قرارداد لاہور میں نہ صرف ایک آزاد مسلم مملکت کا ذکر نہ تھا اور نہ ہی پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا، بلکہ اس میں سرے سے لفظ پاکستان ہی نہ آیا تھا یہ بہتان تراشی ہندوؤں کی تھی اور یہ ہندو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخبار ہی تھے جنہوں نے لاہور قرارداد کو پاکستان قرارداد کہا۔ چنانچہ خود قائداعظم نے ۱۹۴۲ء دہلی میں مسلم لیگ کے جلسے میں اپنے صدارتی خطبے میں کہا: "آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان کا لفظ ہم پر ہندو پریس نے تھوپا ہے اور یہ انہیں کا پیدا کردہ ہے۔ (نظریہ پاکستان کا پس منظر۔ صفحہ ۱۱)

جسٹس لاری مرحوم کا اشارہ مسلم لیگ کے اڑتیسویں۔ سالانہ اجلاس دہلی ۲۱ تا ۲۶ اپریل ۱۹۴۲ء میں قائداعظم کے خطبہ صدارت کی طرف ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیے "فاؤنڈیشن آف پاکستان ۱۹۷۰ء جلد دوم، صفحہ ۲۵۔ ۴۲۴) قائداعظم کے اس خطبۂ صدارت پر ایک فٹ نوٹ میں فاؤنڈیشن آف پاکستان کے مرتب نے لکھا ہے کہ سیشن کے آغاز سے پہلے مسلم لیگ کے کچھ لوگوں نے تجویز کیا تھا کہ مسلم لیگ کو اعلان کر دینا چاہئیے کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد قرآن ہوگی۔ اس سلسلے میں بمبئی کے ڈاکٹر عبدالحمید قاضی نے ایک قرارداد کا مضمون بھی لیگی نمائندوں میں تقسیم کیا تھا کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد نظریہ حکومت الٰہیہ پر ہوگی۔ لیکن قائداعظم کے بیان کی روشنی میں انہوں نے یہ قرارداد پیش نہیں کی۔ (ایضاً۔ صفحہ ۴۴۰)۔ کبھی کسی نے سوچا کہ پاکستان کا نام لینے میں اتنی احتیاط کیوں برتی جاتی تھی؟ شاید اس لیے کہ "پاکستان" کے لفظ سے "اسلامک اسٹیٹ" کی آئیڈیالوجی کا ایک بلند تصور وابستہ تھا، جب کہ مسلم لیگ کے رہنمایان کرام کے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہ تھا۔ ان کے نزدیک صرف چند سیاسی مطالبات اور انتظامی حقوق منوانا، نئے دستور میں ان کے ذکر، ان کے تحفظات کی چند دفعات اور مسلم لیگ کی تاریخ میں اس کارنامے کا لکھ دیا جانا ہی گویا ہندوستان کے سب سے بڑے اور فرقہ وارانہ سیاسی مسئلے کا حل تھا۔

سیکولر اپروچ:۔

بانی پاکستان کی غیر فرقہ وارانہ اور سیکولر اپروچ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۴ء کے اجلاس لاہور میں مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم نے قادیانیوں کو ان کے اسلام سے خارج ہونے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے اس سے اتفاق کی بنا پر مسلم لیگ سے نکالنے کا نوٹس دیا۔ سبجیکٹ کمیٹی کے ایجنڈے میں ان کی قرارداد کو درج کرلیا گیا لیکن قائداعظم نے اسے پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے زمیندار میں کئی اداریے لکھے۔ واویلا کیا، لیکن ان کے احتجاج کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی گئی۔

کیا تقسیم کا مطالبہ اسلامی مطالبہ تھا؟

لیکن کیا یہ نظریہ یا مطالبہ کوئی مذہبی یا اسلامی مطالبہ تھا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱)۔ اس مطالبے کی بنیاد تقسیم کے نظریے پر تھی اور اس نظریے کی تائید میں صرف مسلمان ہی نہ تھے بلکہ ہندو، عیسائی، پارسی اور دیگر کئی مذاہب کے ماننے والے تھے۔ اور ان کا تناسب ۳۶ / ۱۴۵ تھا۔ ظاہر ہے کہ جس نظریے میں ۲۵% فی صد غیر مسلموں نے اپنا مفاد تلاش کرلیا، ہو وہ اسلامی کیوں کر ہوسکتا ہے؟ (۲)۔ پھر جن مسلمانوں نے تقسیم ملک کو مسئلے کا حل بتایا تھا، انہوں نے خود اسے اسلامی حل کب کہا تھا؟ ان کے نزدیک بھی ہندوستان کے مسئلے کا یہ ایک سیاسی حل تھا، نہ کہ اسلامی؟ (۳)۔ جسطرح تائید کرنے والے مختلف مذاہب کی ماننے والے تھے۔ اسی طرح اس کی مخالفت کرنے والے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی ہندوستان کے سبھی مذاہب کے لوگ تھے۔

لیگی رہنماؤں کے چند حوالے:۔

اس زمانے میں صدر مسلم لیگ اور لیگ کے دوسرے رہنماؤں نے جو تقریریں کیں ان میں دو باتیں نمایاں ہیں: (۱)۔ ان میں ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے اور اقلیتوں کے حقوق ومفادات کے تحفظ اور ان کے حل کے مسائل کو انہوں نے ہر تقریر میں بہ دلائل ذکر کیا ہے۔

(۲)۔ پاکستان میں نظام حکومت کے بارے میں انہوں نے صاف صاف اور بار بار اعلان کیا کہ مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہاں بانی پاکستان اور لیگ کے چند دیگر رہنماؤں کی چند تقاریر وبیانات اور لیگ کے ترجمان بعض اخبارات کے اداریوں کے حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

(الف)۔ ڈان کے ایڈیٹر نے مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کے ایک بیان کی وضاحت میں ڈان دہلی کی اشاعت ۹۔ ستمبر (۱۹۴۵ء) میں ایک اداریہ لکھا ہے۔ اسمیں ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"مسٹر جناح نے پاکستان کو ایک دنیاوی اسٹیٹ قرار دیا ہے اور ہمیشہ اس بات کی سختی کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کی حکومت الہیہ قائم ہوگی۔ وہ لوگ جو پاکستان کو پان اسلامزم (اتحاد اسلامی) کا مرادف قرار دیتے ہیں۔ اتحاد کے دشمن ہیں"۔ اس اداریے میں مسلم لیگ کے صدر کے جس بیان کی وضاحت کی گئی ہے وہ موصوف نے نیوز کرانیکل (بمبئی) کے نمائندے کو دیا تھا اور چند روز قبل ڈان (دہلی) ہی میں شائع ہوا تھا۔ بیان میں کہا گیا تھا:

"پاکستان کی حکومت یورپین جمہوریت کے طریقے پر ہوگی۔ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی آبادی اور مردم شماری کی حیثیت سے رائے شماری کرکے فیصلہ صادر کریں گے۔ وزارتوں اور لجمس لیجروں میں سب حصہ دار ہوں گے۔ (اخبار زمزم، لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(ب)۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۴۵ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان علی گڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم یونیورسٹی میں طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا دستور اساسی کیا ہوگا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ اور اسکے دستور اساسی کی تشکیل ان علاقوں کے تمام باشندگان (مسلم، سکھ، ہندو، عیسائی وغیرہ) ایک مجلسہ منتخبہ کے توسط سے خود ہی کریں گے۔ (روزنامہ ڈان، دہلی ۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء)

ج: ۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے رکن میاں بشیر احمد نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "ہمارے قائداعظم بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ پاکستان میں بلالحاظ مذہب عوام کی حکومت ہوگی۔ پاکستان میں ہندوؤں اور سکھوں کو برابری اور آزادی دی جائے گی"۔

(د): ۸ نومبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے بمبئی میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے کو ایک بیان دیا تھا۔ مسلم لیگ کے ترجمان ڈان نے اس بیان کو قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔ مسٹر جناح نے کہا: "پاکستان سیاسی طور پر ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا۔ ہندوؤں کی راہ میں کوئی معاشی رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی۔ میں اس عقیدے کا قائل نہیں ہوں کہ پاکستان میں ایک جماعت (مسلمانوں) کی حکومت ہو۔ میں اس ایک جماعت کی مخالفت کروں گا جو تنہا حکومت کرے۔ پاکستان کی ہندو اقلیتوں کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ انکے حقوق کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ کیونکہ اقلیتوں کا اعتماد حاصل کیے بغیر کوئی مہذب حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی۔"

(روزنامہ "ڈان"۔ دہلی، ۱۰ نومبر ۱۹۴۵ء) اس بیان کا خلاصہ مسلم لیگ کے اردو ترجمان منشور (لکھنو) نے بھی اپنی ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ مسٹر جناح نے اس بیان میں یہ بھی فرمایا: "مجھے امید ہے کہ پاکستان کی بڑی صنعتیں اور کارخانے سوشلسٹ اصول پر قوم کے قبضے میں دے دیئے جائیں گے۔

(ہ): لاہور کے لیگی اخبار روزنامہ "انقلاب" نے جس کے مدیر چوہدری غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک تھے، پاکستانی جمہوریت کی تشریح کرتے ہوئے ایک مقالہ افتتاحیہ شائع کیا ہے۔ اس میں اخبار لکھتا ہے: "لیگ کی قرارداد میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اس کے ہر حصے کی حکومت متعلقہ آبادیوں کی رائے اور مشورے سے بنے گی۔" اس کے آگے اخبار لکھتا ہے: "ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہوجائے گی، جو شخص ایسا خیال ظاہر کرتا ہے وہ لیگ کے مجوزہ پاکستان سے بالکل بے خبر ہے۔" ("انقلاب" لاہور، ۱۵ نومبر ۱۹۴۵ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(و) : پاکستان میں نظام حکومت کے بارے میں قائداعظم کے خیالات کوئی راز نہیں ۔ انہوں نے ہمیشہ دوٹوک الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار اور کبھی انہیں چھپانے یا ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی ۔ ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء کو رائٹر کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے تقسیم ملک سے متوقع پیدا شدہ حالات کے بارے میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ ٹرانسفر آف پاور میں ڈاکومنٹ نمبر ۵۰۲ کے طور پر شامل ہے ۔ رائٹر کے نمائندے نے ان سے جو سوالات کیے ان میں سے بعض سوالات پاکستان میں اقلیتوں کی حیثیت اور پاکستانی حکومت کے نظام کے بارے میں تھے ۔ اس میں انہوں نے صاف طور پر کہا کہ پاکستان کی حکومت نمائندہ اور عوام کی منتخب ہوگی ۔ ان کے انٹرویو میں اس جملے کی پوری وضاحت موجود ہے ۔ انہوں نے فرمایا :

" پاکستان کے مرکزی اور اس میں شامل اکائیوں کے انتظام وانصرام کے فیصلے بلاشبہ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کرے گی ، لیکن پاکستان کی حکومت صرف پاپولر ، نمائندہ اور جمہوری ہوگی ۔ اس کی کابینہ پارلیمنٹ کے سامنے اور دونوں آخر کار رائے دہندگان اور عام طور پر عوام کے سامنے جوابدہ ہوں گے ۔ اس ضمن میں ذات ، پات ، عقیدے یا فرقے کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا " ۔ ان سے ایک سوال پاکستان میں اقلیتوں کی حفاظت کے بارے میں کیا گیا ۔ انہوں نے جواب دیا :

" اس سوال کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ اقلیتوں کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے گی ۔ اقلیتیں پاکستان کی شہری ہوں گی اور انہیں تمام حقوق حاصل ہوں گے ۔ انہیں دوسرے شہریوں جیسی مراعات میسر ہوں گی ۔ ان کے فرائض بھی دیگر پاکستانیوں جیسے ہوں گے ۔ اس سلسلے میں کسی ذات ، عقیدے یا فرقے کا کوئی امتیاز نہ ہوگا ۔ میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ انکے ساتھ پاکستان میں منصفانہ سلوک کیا جائے گا ۔

(استقلال اقتدار اور پاکستان (جلد دوم) ترتیب وترجمہ : محمد فاروق قریشی لاہور ، ۱۹۹۴ء ، صفحہ ۴ ۔ ۲۰۲)

(ز) : ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں ایک نامہ نگار کے اس سوال کے جواب میں کہ آیا پاکستان میں دینی حکومت قائم ہوگی ؟ جناح صاحب نے فرمایا :

" آپ ایک مہمل سوال پوچھ رہے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ دینی حکومت سے آپ کا کیا مطلب ہے ۔ خدا کے لیے آپ لوگ اپنے دماغوں سے یہ خرافات نکال دیجئے ۔ "

(ہفت روزہ قومی آواز ۔ دہلی ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء)

(ح) : ایک اہم دستاویز وہ حلف نامہ ہے جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی سہ پہر کو کراچی میں بانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان سے متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"میں محمد علی جناح قانون کے مطابق قائم ہونے والے پاکستان دستور حکومت سے سچی عقیدت اور وفاداری کا عہد مصمم کرتا ہوں کہ میں پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے شہنشاہ معظم جارج ششم و شہنشاہ برطانیہ اور ان کے ولی عہدوں اور جانشینوں کا وفادار رہوں گا۔"

(روزنامہ "پاکستان" لاہور کا ہفتہ وار ایڈیشن "تصور پاکستان" ۱۴ اگست ۱۹۹۳ء میں، ص ۱۱)

(ط) ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں جو پرچم پیش کیا تھا اور اس پر لیاقت علی خان نے جو تقریر کی، اس سے معلوم ہوا کہ اس پرچم کا تعلق اسلام سے نہیں، یہ پرچم آزادی اور مساوات کا پرچم ہے۔ لیاقت علی خان کے بقول "ان کے ذہن میں پاکستان کی ریاست کا جو تصور تھا، اس میں کسی مخصوص فرقے کیلئے خصوصی حقوق و مراعات نہ تھیں۔

(ہندوستان اپنے حصار میں، ایم۔ جے۔ اکبر، ص ۲۸)

(ی) حوالے بہت سے ہیں، کہاں تک گنائے جائیں گے۔ میں یہاں صرف ایک حوالہ اور دوں گا اور بس! آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا آخری اجلاس ۱۴۔۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو خالق دینا ہال، کراچی میں ہوا تھا۔ پنجاب کے سابق وزیر تعلیم غلام نبی ملک رقم طراز ہیں:

"ایک بزرگ نے قائداعظم سے سوال کیا: ہم قوم سے یہ کہتے آئے ہیں کہ "پاکستان کا مطلب کیا" لاالہ الااللہ"! تو قائد نے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ یہ نعرہ تمام مسلمانوں کی زبان پر ہے اور یہ انکے دل کی آواز ہے لیکن یہ نعرہ میں نے ایجاد نہیں کیا اور نہ ہی میری ورکنگ کمیٹی یا کونسل نے کوئی ایسا ریزولیوشن پاس کیا ہے۔" (کاروان احرار از جانباز مرزا، جلد ۷، لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۵۹)

کیا اس کا مطلب نہیں کہ پاکستان کا وہ مطلب جو مسلمانوں نے سمجھا، جس کا نعرہ ان کی زبانوں پر تھا اور قائداعظم کے اعتراف کے مطابق جو ان کے دل کی آواز بھی تھی، خود انہوں نے اسے ماننے اور اس سچائی کو تسلیم کرنے سے صرف اس لیے انکار کر دیا تھا کہ وہ انہوں نے ایجاد نہیں کیا تھا یا ان کی ورکنگ کمیٹی یا کونسل نے بصورت قرارداد منظور نہیں کیا تھا؟ یا للعجب! اگر انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ قیام پاکستان کے مقصد کے بارے میں مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی ان کی غلط فہمی کو دور نہیں کیا گیا تو یہ ان کے ساتھ صریح دھوکہ ہوا۔

کابینہ مشن پلان کی منظوری:

۱۹۴۶ء میں جب مسلم لیگ نے کابینہ مشن پلان منظور کیا تھا تو یہ اکھنڈ بھارت کی ایک انتظامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی صورت تھی ۔ لیکن یہ نہ پاکستان تھا، نہ اسلام نہ مسلمانوں کی مطلق العنان اور بلاشرکت غیرے حکومت تھی ۔ لیکن اسمیں ہندوستان کے سیاسی اور فرقہ وارانہ مسئلے کا حل موجود تھا ۔ اس پر مسلم لیگ کے صدر مطمئن تھے اور مسلم لیگ کونسل نے اسے بہ انشراح صدر قبول کیا تھا ۔

عارضی حکومت میں شمولیت :۔

کابینہ مشن کی ناکامی کے بعد جب مختصر مدت کا منصوبہ سامنے آیا اور عارضی حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کا مسئلہ پیدا ہوا ۔ تو قائداعظم نے مسلم لیگ کے پانچ نمائندوں میں سے ایک نمائندہ جوگندر ناتھ منڈل کو نامزد کیا، تو اس وقت ان کے سامنے مسلم لیگ کی، مسلم قومی یا اسلامی حیثیت کا سوال نہ تھا ۔ اگر یہ اسلام کا کوئی مسئلہ ہوتا تو قائداعظم کانگریس کی شرائط پر لیگ کے نمائندوں کو کبھی کابینہ میں شمولیت کی اجازت نہ دیتے ۔ اور منڈل کی نامزدگی اگر خوانخواستہ اسلامی احکام میں مداخلت ہوتی تو قائداعظم کبھی ایسی جرات نہ کرتے ۔ سر محمد یامین خاں کی خودنوشت نامہ اعمال کے تیسئیویں باب کا عنوان ہی یہ ہے ۔ " وائسرائے کی پریشانی اور قائداعظم کا لیگ کو کیبنٹ میں کانگریس کی شرائط منظور کرکے داخل کرنا ۔ (صفحہ نمبر ۱۱۸۳) وائسرائے کی پریشانی اور تائید کی مجبوری کی تفصیل بھی کتاب کے اسی باب (۲۳) کے مضمون میں موجود ہے ۔ اگر چہ لیگ کے دوسرے درجے کے بعض رہنما اور لیگ کے سب رہنما دوسرے اور تیسرے درجے ہی کی رہنما تھے ۔ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ مسلم لیگ ایک اسلامی جماعت ہے اور اس کی سیٹ پر ایک مسلمان ہی کو نامزد کیا جانا چاہیئے تھا ۔ اور اسی لیے ان میں اس فیصلے کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا تھا اور وہ اپنے قائد کو پریشان کرنے کے بارے میں سوچنے لگے تھے ۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کی نادانی تھی

(تفصیل کے لئے دیکھیئے، نامہ اعمال سر محمد یامین خاں)

بانی پاکستان کے خیالات کے چند نشیب وفراز :۔

(۹) ۳ جون ۱۹۴۷ء سے پہلے بانی تحریک کے خیالات میں نشیب و فراز کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ۔ مثلاً شملہ کانفرنس اور پھر اس کے بعد کیبنٹ مشن کی ناکامی کے بعد جب انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ انگریز ہندوستان کی حکومت کو ملک کی اکثریت یا کانگریس کے حوالے کردے گا اور مسلم لیگ کی پرواہ نہیں کی جائے گی تو انہیں اکثریت سے انصاف اور رواداری کی ہرگز کوئی توقع نہ تھی اور مسلمانوں کی عزت خاک میں ملتی ہوئی نظر آتی تھی ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۶ء کو لندن کے کنگزوے ہال میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا : " کیا برطانوی حکومت کا یہ ارادہ ہے کہ سنگینوں کے سائے میں اقتدار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندواکثریت کو سونپ دے؟ اگر اس نے ایسا کیا تو مسلمانوں کی عزت خاک میں مل جائے گی اور انہیں انصاف اور رواداری کی کوئی توقع نہ رہے گی۔

(محمد علی جناح از ہیکٹر بولائیتھو (مترجم زہیر صدیقی) لاہور ۱۹۸۱ء (تیسرا ایڈیشن) صفحہ نمبر ۲۴۶)

لیکن ۳ جون کو تقسیم کے اعلان کے بعد مسٹر محمد علی جناح کا رویہ بالکل بدل گیا۔ اب کانگریس سے رویہ مصالحانہ ہوگیا۔ اب انہیں ہندوستان میں مسلمانوں کی وجود کیلئے ہندو اکثریت سے انصاف اور رواداری کی پوری توقع پیدا ہوگئی۔ اب وہ مسلم اقلیت کے تحفظ اور اس سے انصاف اور رواداری کی برتاؤ کیلئے ہندواکثریت پر اعتماد کرسکتے تھے۔ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

"میں جانتا ہوں کہ مسلمانان ہندوستان سے بھی ایسا ہی منصفانہ سلوک کیا جائے گا جیسا کہ ہم غیر مسلم اقلیتوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پالیسی کا بڑا اصول بتادیا ہے۔ لیکن دونوں قوموں کی اقلیتوں کی حفاظت کا مسئلہ آئین ساز اسمبلیاں ہی حل کرسکتی ہیں۔ اور اس اعتماد کی بنا پر انہوں نے مسلمانوں کو اسی ہندواکثریت کے حوالے کردیا۔ جس سے انہیں انصاف اور رواداری کی ہرگز کوئی توقع نہ تھی۔ اب ہندوستان کی حکومت ہندوستانی مسلمانوں کی اپنی حکومت ہوگئی تھی۔ اس کی اطاعت اور وفاداری ان پر لازمی اور اسکے خلاف ریشہ دوانیاں ناقابل برداشت قرار پائیں۔ انہوں نے پورے زور اور قوت کے ساتھ کہا:

"اقلیتوں کو حکومت کا وفادار رہنا پڑے گا اور حکومت کی اطاعت قبول کرنی پڑے گی۔ کوئی حکومت یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ اقلیتیں حکومت کی وفادار نہ ہوں۔ یا تخریبی اقدامات شروع کردیں۔ ہر شہری کیلئے ضروری ہے کہ وہ حکومت کا وفادار بنے۔" اگرچہ اس واضح اور صاف بیان کے بعد یہ شبہ نہ ہونا چاہئیے تھا کہ اس میں ہندوستان کی مسلمان اقلیت کے لیے کوئی مشورہ و ہدایت نہیں۔ لیکن بیان کو مؤثر بنانے کیلئے ایک صحافی (ــــــ) سے یہ سوال کروایا، جس کی پہلے ریہرسل کی گئی تھی: "آپ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کی اقلیتیں حکومت کی وفادار اور اطاعت گذار رہیں۔ آپ ہندوستان کے اقلیتوں کے بارے میں بھی یہی کچھ کہیں گے؟ قائد نے جواب دیا:

"یہ تمام اقلیتوں کے بارے میں ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں آباد ہوں۔ کوئی حکومت یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ کوئی اقلیت حکومت کی وفادار نہ ہواور حکومت کے خلاف کے خلاف تخریبی اقدامات شروع کردے تو اس کا یہ رویہ حکومت کے لیے ناقابل برداشت ہوجاتا ہے۔ میں ہندوستان اور پاکستان کے ہر مسلمان اور ہندو شہری سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنی حکومت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وفادار رہے۔

(گفتار قائداعظم مرتبہ احمد سعید، (اول) ۱۹۷۶ء (لاہور) ص ۱۵۔ ۳۱۲)

قائداعظم کا یہ بیان اتنا واضح اور ہندوستان کے مسلمانوں کی پیٹھ کیلئے ایسا تازیانہ تھا کہ انکی آنکھیں کھل جانی چاہئیے تھیں۔ لیکن پچھلے دس سالوں میں دوقومی نظریے کا نشہ پلاکر ان کے حواس کو اس درجہ مختل کردیا گیا تھا، اس میں یہ امید پوری نہ ہوئی کہ ان کے بیان کی یہ تلخی ان کا یہ نشہ اتار دیتی۔ ان بیانات کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا نظریہ پاکستان کیا تھا اور اس میں اسلام، مسلمانوں کے اسلامی تشخص ومفادات، خالص سیاست، تدبر، حقیقت پسندی اور شوق حکمرانی کا تناسب کیا ہے؟ اس بیان کے بعد مسٹر محمد علی جناح ہندوستان کے مسلمانوں کو "اپنی حکومت" کی وفاداری کا مشورہ دے کر ان کی طرف سے تمام ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوگئے۔ اب یہ معاملہ ہندوستان کی مسلم اقلیت اور ہندوستان کی حکومت کا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے بارے میں ان خیالات میں تبدیلی کی وجہ صرف یہ نہیں ہوسکتی کہ اب انہیں ہندوستان کی حکومت پر اعتماد پیدا ہوگیا تھا بلکہ یہ بھی تھی کہ پہلے انہیں پاکستان بنانے کے لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے تعاون کی ضرورت تھی۔ اب پاکستان بن گیا تو اسے چلانے کے لیے ان کے تعاون کی بجائے پاکستان کی غیر مسلم اقلیت کی ضرورت تھی اس لئے ان کے بدلے میں ہندوستان کی مسلمان اقلیت کو ہندوستانی حکومت کی بھینٹ چڑھادیا۔ اگر چہ ایک مسلمان رہنما کی سیرت کی یہ کوئی اچھی مثال نہیں تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ تاریخ ایسی مثالوں سے بھی خالی نہیں ہوسکتی کہ کسی شاطر سیاست دان نے ایک جماعت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہو اور جب مقصد پورا ہوگیا ہو تو انہیں حالات کے حوالے کردیا ہو۔ جناح صاحب کے افکار اور کردار میں نشیب وفراز کی کئی اور مثالیں اس مقالے میں پہلے بھی آچکی ہیں۔ اس لیے اس بحث کو مزید طویل دینے کی ضرورت نہیں۔

سیکولر اسٹیٹ کی تاسیس:۔

۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء کا یہ انٹرویو بانی پاکستان کے سیکولر اور غیر فرقہ وارانہ رویے کا کوئی آخری مظاہرہ نہ تھا۔ چنانچہ تقسیم ملک کے اعلان پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے قیام، کابینہ کی تشکیل کے موقع پر اور اس کے بعد ان کے اس حقیقت پسندانہ اور مدبرانہ رویہ کے کئی مظاہرے ہوئے۔ مثلاً۔

(۱): اسلامی مملکت خداداد کی دستور ساز اسمبلی کا صدر جوگندرناتھ منڈل کو بنایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) : اسلامی مملکت خداداد کا پہلا وزیر قانون بھی منڈل کو بنایا ۔ (۳) : دنیا کی عظیم اسلامی مملکت جو عام خیال کے مطابق اسلامی نظریہ حکمرانی کے اصول پر مسلمانوں کی جدوجہد کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی، اس کا ترجمان خارجیہ (وزیر خارجہ) ایک قادیانی چوہدری ظفراللہ خاں کو بنایا۔

(۴) : اور جب کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور پاکستان اس مقدمے میں ایک فریق بنا تو اقوام متحدہ میں اس کے نقطہ نظر کی ترجمانی کے لیے پاکستان کے اسی وزیر خارجہ کو منتخب کیا گیا۔

یہ تمام باتیں بانی پاکستان کے غیر فرقہ وارانہ اور سیکولر رویے کی غماز ہیں ۔ اگر مرحوم کے سامنے پاکستان کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں دستور سازی کا مسئلہ ہوتا تو کیا ان جیسا قانون دان دستور ساز اسمبلی کے صدر کے منصب کی نزاکتوں کو نظرانداز کردیتا ۔ اگر اس مسلمان مملکت میں اس کا نظریہ سیاست وحکمرانی قرآن وسنت پر مبنی ہوتا تو ہمارے علمائے کرام کے عقیدے اور فتوے کے مطابق وزارت قانون کا قلم دان کسی غیر مسلم کے حوالے کیا ہی نہیں جاسکتا تھا ۔ اگر بانی پاکستان کے نزدیک اسلام کا یہ واقعی کوئی مسئلہ ہوتا تو کیا وہ اپنی ذاتی رائے سے اتنا بڑا فیصلہ کردیتے اور پاکستان میں شیعہ ، سنی ، اہل حدیث ، بریلوی ، دیوبندی مکاتب فکر کے جید علماء ومجتہدین اسے آسانی سے مان لیتے اور ملک میں کسی طرف سے اس کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند نہ ہوتی ؟ اور احرار اسلام کے سرپھرے علمانے جب اس کے خلاف تحریک چلائی تھی تو وقت کے کسی مفتی ، مفسر ، محدث ، فقیہ اور مجتہد کو اس تحریک کے حق میں آواز بلند کرنے کی توفیق نہ ہوئی ، بلکہ بعض حضرات نے اس تحریک کی مخالفت پر کمر کس لی تھی ؛ اور اگر بعد کی حکومتوں کے سامنے یہی اسلامی اصول ہوتا تو کیا دساتیر میں وزارت عظمیٰ کے منصب تک کسی غیر مسلم کے پہنچنے کے بیے دروازہ کھلا رکھا جاتا ؟

سیکولر ذہنیت کا آخری مظاہرہ :-

۱۱ اگست کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ہوا ۔ پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح نے افتتاحی تقریر کی اور اس میں نظام حکومت ، دستور سازی ، اقلیتوں کی حیثیت ، قومیت کے نظریے ، پاکستان میں مذہب کے مقام وغیرہ مسائل میں حکومت کی پالیسی کا اعلان کیا ۔ حکومت کی سیکولر پالیسی کے اظہار کے لیے ایک غیر مسلم کو قانون کا شعبہ پہلے ہی دے دیا گیا تھا ۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا چیئرمین بھی منڈل تھا اور اسی کی صدارت میں یہ اجلاس ہوا تھا اور حکومت کی سیکولر پالیسی کے تقاضے کا اس درجہ احترام کیا گیا تھا کہ اجلاس کے آغاز میں قرآن حکیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تلاوت بھی نہیں کی گئی تھی۔ قائداعظم، گورنر جنرل کی تقریر پاکستان میں رنگ و نسل اور عقیدہ ومذہب کے امتیاز کے انکار، حقوق، مراعات اور فرائض میں برابری، فرقہ وارانہ امتیازات کے خاتمے، مذہب اور عقیدہ و مسلک کا ریاست کے امور سے عدم تعلق، مذہب اور عقیدے کی بنا پر تفریق کی نفی اور ریاست کا شہری ہونے کے تعلق سے مسلم اور غیر مسلم کی یکساں حیثیت، سیاسی معنوں میں آئندہ ہندو کا ہندو اور مسلمان کا مسلمان نہ رہنے کے ادعا اور مذہب کو ہر فرد کا نجی معاملہ قرار دینے کے اعلان وغیرہ مضامین سے پر تھی۔ گورنر جنرل پاکستان کی اس تاریخی تقریر کے اہم نکات یہ ہیں:

".....پاکستان کی عظیم ریاست کو اگر ہم آسودہ وخوشحال اور ثروت مند بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں عوام کی فلاح پر تمام تر توجہ مرکوز کرنی پڑے گی اور ان میں بھی عام لوگوں بالخصوص نادار آبادی کی فلاح مقدم ہے۔ اگر آپ نے ماضی کی تلخیوں کو فراموش کر کے اور ناگواریوں کو دفن کر کے باہم تعاون سے کام کیا تو آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اگر آپ نے ماضی کی روش بدل دی اور آپس میں مل جل کر اس منصوبے کے ساتھ کام کیا کہ آپ میں سے ہر شخص خواہ وہ کسی بھی فرقے سے ہو، خواہ ماضی میں آپ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کچھ بھی رہی ہو، اس کا رنگ، ذات، پات یا مسلک خواہ کچھ بھی ہو وہ شخص اول و آخر اسی ریاست کا شہری ہے اور اس کے حقوق، مراعات اور فرائض برابر کے ہیں، تو یاد رکھے کہ آپ کی ترقی کی کوئی حدوانتہا نہ ہوگی۔"

"میں اپنی بات اس سے زیادہ شدت سے نہیں کہہ سکتا۔ ہمیں اس جذبے کے ساتھ اپنا کام شروع کرنا چاہیئے اور وقت گزرنے کے ساتھ اکثریتی اور اقلیتی فرقے، ہندو فرقے اور مسلمان فرقے کے یہ سارے امتیازات ختم ہوجائیں گے۔ کیونکہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان میں بھی پٹھان، پنجابی اور سنی، شیعہ وغیرہ بہت سے امتیاز ہیں اور ہندوؤں میں برہمن، وشنو، کھتری اس کے علاوہ بنگالی، مدراسی وغیرہ کے اختلاف موجود ہیں۔"

"دراصل آپ اگر مجھ سے پوچھیں تو میں یہی کہوں گا کہ ہندوستان کے لیے آزادی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی تھی اور اگر یہ امتیازات نہ ہوتے تو ہم لوگ مدتوں پہلے آزاد ہوگئے ہوتے! کوئی طاقت کسی قوم کو اور وہ بھی چالیس کروڑ باشندوں کی قوم کو غلام بناکر نہیں رکھ سکتی تھی۔ کوئی فرد آپ کو فتح نہیں کرسکتا تھا اور یہ حادثہ اگر ہو بھی چکا تھا تو کسی بھی عرصے کے لیے وہ اپنا تسلط برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہ شرط یہ کہ تفرقے کی یہ صورت نہ ہوتی۔ لہذا اس تجربے سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیئے۔" "اب آپ آزاد ہیں۔ آپ کا ملا آزاد ہیں کہ اپنے مندروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جائیں ۔ آپ کو پوری آزادی حاصل ہے کہ اپنی مسجدوں کا رخ کریں یا پاکستان کی ریاست میں جو بھی آپ کی عبادت گاہیں ہیں ، ان میں آزادی سے جائیں ۔ آپ کا کوئی بھی مذہب ، ذات یا مسلک ہوسکتا ہے ریاست کے امور سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں ۔"

" جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ کچھ عرصہ پہلے برطانیہ میں بھی اس ملک کے حالات ہندوستان کے موجودہ حالات سے کہیں بدتر تھے ۔ رومن ، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں ایک دوسرے پر عذاب توڑتے تھے ۔ حتیٰ کہ اب بھی بعض ریاستیں موجود ہیں ، جہاں کسی خاص طبقے کے خلاف امتیاز برتاجاتا ہے اور اس پر پابندیاں لگائی جاتی ہیں ، خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنا آغاز اس دور میں نہیں کیا بلکہ ہم نے ابتدائے کار اس دور سے کی ہے جب دو فرقوں کے درمیان کوئی تخصیص اور کوئی امتیاز روا رکھا نہیں جاتا ، ایک مذہب یا ایک عقیدہ اور دوسری ذات یا دوسرے عقیدے کے لوگوں میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی ۔ ہم اپنے معاملات کا آغاز اس بنیادی اصول کے ساتھ کررہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں ۔" "

.... میرا خیال ہے کہ اس حقیقت کو ہمیں بھی بطور مثال پیش نظر رکھنا چاہئیے ۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہندو ، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان ، مسلمان نہیں رہیں گے ۔ میں یہ بات مذہبی معنوں میں نہیں کہہ رہا ہوں ، کیوں کہ یہ تو ہر فرد کے نجی عقیدے کا معاملہ ہے ، بلکہ ریاست کے باشندے ہونے کی بناپر سیاسی معنوں میں ۔"

یقین نہیں آتا کہ یہ خیالات تحریک پاکستان کے قائداعظم یا مسلم لیگ کے صدر یا دوقومی نظریے کے داعی اور پاکستان کے بانی کے ہیں ؟ آخر کوئی کانگریسی یا نیشنلسٹ لیڈر ، سوشلزم کا مبلغ ، سیکولر ذہنیت کا مالک اور لادینی حکومت کا داعی بھی اس کے سوا کیا کہہ سکتا تھا ؟ اور اس سے زیادہ کسی نے کیا کہا تھا ؟

آخری استدلال :-

بانی پاکستان کے خیالات میں یہ تبدیلی اچانک نہ آگئی تھی ۔ یہ ان کی مدت سے ہمیشہ سے ایک سوچی سمجھی رائے تھی کہ پاکستان کے لیے سیکولر نظام حکومت ہی مناسب ہوگا ۔ راجہ صاحب محمود آباد سے بڑھ کر ان خیالات پر کون گواہ ہوسکتا ہے ۔ وہ انہیں چچا کہتے تھے ۔ ان کی حیثیت "شہدشاھدمن اھلہا" کی سی تھی ۔ ان کا بیان ہے ۔ " مجھ میں اور قائد میں ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان اسلامی ریاست کے مسئلے پر اختلاف رائے ہوگیا تھا ۔ میں پاکستان میں اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریاست کے قیام کا حامی تھا اور قائداعظم سیکولر ریاست کے حق میں تھے۔ چنانچہ قائداعظم نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر سے ان خیالات کا اظہار نہ کروں، ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ قائداعظم ان خیالات سے اتفاق کرتے ہیں اور ان کی ہدایت پر میں ان کے خیالات عوام تک پہنچا رہا ہوں۔" عجب بات ہے کہ لوگ کہتے ہیں جناح صاحب پاکستان میں اسلامی نظام چاہتے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات کو بطور الزام بھی گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان افکار وخیالات کی روشنی میں فیصلہ کرلیا جاسکتا ہے کہ بانی پاکستان کا نظریہ پاکستان کیا تھا۔

آج اس بحث کی گنجائش ہے کہ تحریک پاکستان کے زمانے کی بانی پاکستان کی دعوت کی واقعی قدر وقیمت کیا تھی اور ۳ جون ۱۹۴۷ء کے فیصلے کے بعد ان کا رویہ کتنا حقیقت پسندانہ ہوگیا تھا اور کیا صحیح تھا اور کیا غلط؟ اب یہ مورخین کا موضوع بحث ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ اگر قائداعظم کے افکار وافادات کو فیصلے کی بنیاد بنایا جائے تو اس میں اسلام کے سوا سب کچھ مل جائے گا۔

حضرات! میں اس مقالے میں بہ دلائل ثابت کرچکا کہ قائداعظم کے افکار میں پاکستان کی اسلامی نظریے کی بنیاد تلاش کرنا محض کارعبث ہے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے جو نظریہ پاکستان وضع کیا ہے اور دستور میں اسے اتنی بلند جگہ دی گئی کہ اس پر تنقید یا اس سے انحراف قابل تعزیر جرم قرار پایا۔ حالانکہ انسانوں کا بنایا ہوا کوئی ضابطہ وقاعدہ قابل احترام تو ہوسکتا ہے، تنقید سے بلند نہیں۔ عقائد اسلامیہ حقہ کے بعد کسی دستور ساز اسمبلی کا کوئی سیاسی فیصلہ مسلمان عقیدہ اسلامی کی جگہ نہیں لے سکتا۔ بالفرض اس نظریہ پاکستان کی حقیقت کچھ بھی ہو، اس کا تعلق قائداعظم کے نظریہ پاکستان سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ ان کے بارے میں بدگمانی ہے اور قرآنی تعلیمات کے مطابق بدگمانی گناہ میں داخل ہے۔ مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ اس بدگمانی سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اس مسئلے پر ایک اور طرح بھی نظر ڈال لیجیے۔ بانی پاکستان محمد علی جناح اپنے اعلان کے مطابق (مارشل لا سے مارشل لا تک، مرتبہ نوراحمد، لاہور ۱۹۶۶ء، صفحہ ۵۳) ،بچپن کی رسوم مثلاً عقیقے کی اہتمام کے مطابق (میرا بھائی، از فاطمہ جناح) رجسٹر نکاح میں اندراج کے مطابق (جس میں نکاح خواں، وکلا اور گواہ سب شیعہ تھے) محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک از شفیق بریلوی وقائداعظم محمد علی جناح کی نجی زندگی کے دو اہم پہلو از شریف الدین پیرزادہ، ۱۹۸۸ء کراچی، صفحہ ۲۷۔ ۲۸ ورتی جناح از خواجہ رضی حیدر ۱۹۹۵ء، کراچی، ص ۳۶۔ ۴۷) اپنی بہن محترمہ فاطمہ جناح کے بیان کے مطابق (میرا بھائی، مترجمہ اقبال حسین قادری، ۱۹۷۸ء، لاہور، ص ۲) اپنے دوستوں، جی۔ اے الانا (.......)، ایس۔ ایچ اصفہانی (اخبار خواتین، کراچی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری شمارہ دسمبر ۱۹۷۶ء) کے مطابق ، اپنے مصنفین رئیس احمد جعفری (قائداعظم اور انکا عہد ، لاہور ، صفحہ ۲۴ وحیات محمد علی جناح ، لاہور ص ۱۳۱) ، خالد بن سعید (پاکستان دی فارمیٹوفیز ، صفحہ ۱۸۱) ، ایس ۔ پی ۔ سین (مقالہ مشمولہ ڈکشنری آف نیشنل بایو گرافی ، ۱۹۷۳ء کلکتہ ، ص ۲۴۱) ، نریش کمار جین (مسلمز ان انڈیا ۔ اے بایو گرافیکل ڈکشنری (جلد اول) ۱۹۷۹ء نیو دہلی ، ص ۲۲۹) اپنے خورد اور عقیدت کیش راجہ صاحب محمود آباد کے مطابق (تقریر مطبوعہ زمزم ، لاہور ، ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء ومدینہ ۰۰ بجنور ، یکم دسمبر ۱۹۴۵ء ، صفحہ ۱) ، تشکیل پاکستان میں شیعان علی کا کردار (مرتبہ محمد وصی خاں ، کراچی ، ۱۹۸۲ء) کے بیسیوں مقالہ نگاروں کے مطابق ، حتیٰ کہ آخر میں انتقال کے بعد غسال میت آخری رسوم اور امام اور مقتدیان نماز جنازہ کے اہتمام کے مطابق (بہ روایت مولانا انیس الحسنین شیعہ عالم جنہوں نے گورنر جنرل ہاؤس میں شیعہ طریقے کے مطابق آخری رسوم انجام دی تھیں اور نماز جنازہ پڑھائی تھی ، انٹرویو مطبوعہ ہفت روزہ نیشن ، کراچی ، ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ء) وہ اثناء عشری شیعہ تھے یا خوجہ اسماعیلی آغا خانی تھے ۔ اگر وہ شیعہ تھے تو وہ عقیدہ رکھنے میں بالکل آزاد تھے ۔ اگر ہم اپنے مسلمان اور حنفی ہونے پر بلکہ دیوبندی اور بریلوی ہونے کا اہل حدیث ہونے پر فخر کرسکتے ہیں تو بانی پاکستان کو بھی اپنے شیعہ ہونے پر فخر کرنے کا حق تھا ۔ یہ بات خدانخواستہ طنزاً نہیں لکھ رہا ، بلکہ ایک حقیقت کا پوری سنجیدگی کے ساتھ اظہار کررہا ہوں ۔ راجہ صاحب محمود آباد نے ان کا شیعہ ہونا اپنے اور اہل تشیع کے لیے خوش قسمتی کا موجب قرار دیا ہے ۔

حضرات ! یہ کیا بات ہے کہ آپ ایک شیعہ کو اس کے عقیدے میں مخلص سمجھتے ہیں ۔ مذہب واعتقاد میں اسکا حق اختیار تسلیم کرتے ہیں ۔ لیکن ایک خوش فہمی میں مبتلا ہیں یا اس کے بارے میں یہ سوء ظن رکھتے ہیں کہ وہ سیاسی نظام قائم کرتا تو اپنے عقیدے کے برعکس آپ کے عقیدے کے مطابق ؟ ایک طرف تو آپ انہیں پختہ کیریکٹر کی شخصیت تسلیم کرتے ہیں دوسری طرف ان سے منافقت کی امید باندھ رکھی تھی ۔ یہ محض آپ کی سادگی ہے ۔ اب آپ اس خوش فہمی سے نکل آئیے ، سادگی کو ترک کردیجئے اور حقیقت کا مردانہ وار ایک مسلمان کی طرح مقابلہ کیجئے ۔

بانی پاکستان شیعہ تھے ، وہ اپنے عقیدے میں راسخ و مخلص تھے ۔ وہ اگر اسلامی حکومت کے قیام کے دل سے خواہاں ہوں گے ، لیکن اپنے عقیدے کے مطابق نہ کہ آپ کی آرزوؤں کے مطابق ؟ اگر حالات سازگار ہوتے تو وہ اپنے عقیدے کے مطابق ضرور ایک شیعہ اسٹیٹ قائم کرتے ۔ پاکستان کی بعض جماعتیں جو فقہ جعفریہ کا نفاذ چاہتی ہیں یا پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ بنانا چاہتی ہیں ، وہ یقیناً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے قائداعظم کی ناآسودہ آرزوؤں کی تکمیل کیلئے کوشاں ہیں ۔ ان کے جذبہ ایمان اور ذوق قیام ملت شیعہ میں ہمارے لیے عبرت اور سبق ہے ۔ اگر حالات نے بانی پاکستان کی خواہش کے مطابق کروٹ نہیں لی تھی اور پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ بنانے کی ان کی آرزو پوری نہیں ہوسکی تھی تو ان کے سامنے صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ پاکستان کو ایک لادینی ، جمہوری اور سیکولر اسٹیٹ بنادیں ۔ بلاشبہ انہوں نے اس میں اپنی پوری ذہنی وفکری قوت صرف کردی ۔ اب آپ حضرات کی ہمت اور بصیرت کی آزمائش ہے کہ آپ بانی پاکستان کے حوالے کے بغیر مسلمانوں کے دیرینہ خواب حکومت الٰہیہ کی تعبیر تلاش کریں گے ۔

بانی پاکستان کے افکار کا حوالہ مسئلے میں الجھاؤ تو پیدا کرسکتا ہے ، مسئلے کے سلجھاؤ میں اس سے کوئی مدد نہیں مل سکتی ۔ یاد رکھیے کہ پاکستان کے قیام میں اس کے بانی کے مساعی کا شکریہ ہم ادا کرچکے ۔ پاکستان میں حکومت الٰہیہ علی منہاج النبوۃ وعلی منہاج الخلافۃ الراشدہ کے قیام کیلئے ہم ان کے افکار کی رہنمائی کے منت گذار نہیں ہوسکتے اور فی الحقیقت ان کے افکار میں کوئی ایسی رہنمائی ہے بھی نہیں ۔

یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس میں ایک مثالی مسلمان حکومت قائم کرکے ہی دم لیں گے ۔

ضروری اطلاع

معزز قارئین ماہنامہ "الحق" اور مقالہ نگار حضرات سے گزارش ہے کہ پرچہ سے متعلق جملہ ڈاک ، مضامین یا کوئی بھی شکایت ہو تو مدیر اعلیٰ مولانا سمیع الحق صاحب ، مدیر حافظ راشدالحق سمیع یا ناظم شفیق فاروقی و نثار محمد سے رابطہ کریں ۔ انکے علاوہ کسی اور ذریعہ سے رابطہ نہ کریں ورنہ ادارہ جواب دینے اور مضمون وغیرہ شائع کرنے سے معذور ہوگا۔

(شکریہ ۔ ادارہ)

© rasailojaraid.com